ادارۂ تحقیق اور مجلّہ تحقیقاتِ اسلامی کے بارے میں

اصحابِ علم و تحقیق کے تاثرات و مشورے

مجلّہ ''تحقیقاتِ اسلامی'' اس شمارے کے ساتھ اپنی عمر کے پچیس (۲۵) سال جب پورے کر رہا ہے تو خیال ہوا کہ اس کے متعلق اہل علم اور اپنے قلمی معاونین کے تاثرات معلوم کیے جائیں۔ اس کا مقصد 'تحقیقاتِ اسلامی' کی خدمات کو نمایاں کرنا نہیں ہے بلکہ غرض صرف یہ ہے کہ ان کی روشنی میں اسے مزید بہتر بنانے کی کوشش کی جائے۔ ان تاثرات میں بعض دوستوں نے تعریف و توصیف کے کلمات بھی استعمال کیے ہیں۔ یہ ان کا خلوص و محبت ہے۔ اس سے یقیناً مسرت محسوس ہوتی ہے۔ ساتھ ہی اس میں کبرِ نفس پیدا ہونے کا اندیشہ بھی رہتا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے اور اپنے دین کی خدمت کی مزید توفیق عنایت فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے برادرم ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کو کہ انھوں نے ان تاثرات کو حاصل کرنے کے لیے بڑی محنت کی۔ بعض حضرات کو یاد دہانی کے خطوط بھی انھیں لکھنے پڑے۔ بعض اصحاب کی تحریریں کسی قدر طویل تھیں، انھیں صفحات کی قلت کی وجہ سے مختصر کرنا پڑا۔ امید ہے کہ اسے وہ گوارا فرمائیں گے۔ بعض حضرات نے مفید مشورے دیے ہیں۔ انشاء اللہ ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جائے گی۔ جن اصحاب کے تاثرات وصول ہوئے ہیں وہ سب ہمارے لیے معزز و محترم ہیں۔ ان کے درمیان کوئی فرق ہم گوارا نہیں کرتے۔ البتہ ترتیب میں اسماء گرامی کی رعایت کی گئی ہے۔ انھیں حروف تہجی کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے۔ ہم ان سب کے شکر گزار ہیں جنھوں نے اپنے تاثرات روانہ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ (جلال الدین)

پروفیسر احمد سجاد
سابق صدر شعبۂ اردو رانچی یونیورسٹی

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ کا ترجمان سہ ماہی مجلّہ 'تحقیقاتِ اسلامی' اردو دنیا کا ایک وقیع اسلامی رسالہ ہے جو پابندی کے ساتھ پچھلے پچیس برسوں سے مسلسل شائع ہو رہا ہے۔ راقم الحروف اس رسالہ کے اولین شمارہ سے آج تک اس کا قاری ہے۔ اس کی چار خصوصیات قابل ذکر ہیں:

اوّل موضوعات کے اعتبار سے اس کی ہمہ گیری۔ یہ اس کے تقسیم مباحث ہی سے واضح ہے اور وہ ہیں: ''تحقیق وتنقید، بحث ونظر، سیر وسوانح، ترجمہ وتلخیص، نقد و استدراک اور تعارف وتبصرہ'' ان عنوانات کے تحت ملکی وعالمی شہرت یافتہ محققین ومقالہ نگار اصحاب کے مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔

دوم، عصر حاضر کے جدید تر چیلنجوں اور مسائل پر قرآن وسنت اور تاریخ اسلامی کے تناظر میں مدلل بحث۔

سوم، دعوت دین کے مختلف پہلوؤں کا تحلیل وتجزیہ اور

چہارم، زبان وبیان کے اعتبار سے باوقار اور اعلیٰ معیار۔

یہی وجہ ہے کہ صدر ادارہ اور مدیر محترم مولانا سید جلال الدین عمری اور ان کے بعض رفقاء کے مضامین اور تصانیف متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا کے مختلف علاقوں میں ہاتھوں ہاتھ لی جاتی ہیں اور انھیں عالمی اسلامی سمیناروں اور اجتماعات میں پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ مدعو بھی کیا جاتا ہے۔

ہر سال کے آخری شمارے میں چاروں شماروں کی فہرستیں موضوعات اور مقالہ نگاروں کے نام کے ساتھ شائع کی جاتی ہیں۔ صرف پچھلے سال ۲۰۰۵ء ہی کی فہرست پر ایک سرسری نظر ڈالی جائے تو مذکورہ بالا عنوانات کے تحت ۲۳ گراں قدر مقالات شائع ہوئے ہیں۔ ان کے علاوہ، اردو اور انگریزی زبانوں کی ۱۲ اہم اسلامی تصنیفات پر رفقائے

ادارہ کے بے لاگ تعارف وتبصرے بھی شامل ہیں۔ 'حرف آغاز' کے زیر عنوان، مدیر محترم صفحہ دو صفحہ کی رسمی تحریر پر کبھی اکتفا نہیں کرتے۔ پچھلے سال کے پہلے ہی شمارے میں مولانا صدرالدین اصلاحیؒ (۱۹۱۶-۱۹۹۸ء) ماہر قرآنیات، ممتاز مصنف، مخلص داعی دین اور اس ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کے اولین صدر کی حیات وخدمات پر فاضل مدیر کا ایک جامع مقالہ شائع ہوا ہے۔ ۲۰۰۵ء کے تیسرے شمارے میں ''دار الاسلام اور دار الحرب کا تصور (جدید عالمی پس منظر میں)'' پر ایک علمی مقالہ ہمارے مطالعہ میں آتا ہے۔ چوتھے شمارے میں مدیر محترم کے قلم سے ایک اہم علمی اور تاریخی بحث ہمیں ملتی ہے۔ وہ ہے 'عرب کا قبائلی نظام اور اسلام کی اصلاحات' ان کے علاوہ ''اختلاف قرات اور احادیث نبوی، تفسیر قرآن میں اسباب نزول کا مقام، دین الٰہی کا تحقیقی مطالعہ، قرآن مجید اور تسخیر کائنات، سیاست عادلہ، غیر مسلموں سے سماجی تعلقات، شیخ احمد سرہندی کے تجدیدی کارنامے، اصحاب صفہ اور اشاعت اسلام'' وغیرہ جیسے وقیع مقالات سے اس مجلّہ کے وزن ووقار کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

ادارہ کی کام یاب پچیس سالہ گراں قدر علمی وتحقیقی خدمات پر راقم الحروف صدر محترم اور دیگر معزز رفقائے ادارہ کی خدمت میں دلی مبارک باد پیش کرتا ہے۔

پروفیسر اقتدار حسین صدیقی

سابق صدر شعبۂ تاریخ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

میرا تعارف مولانا سید جلال الدین عمری سے ۱۹۸۶ء میں ہوا تھا۔ اس کا وسیلہ ایک کا مقالہ تھا جو کہ صدر شعبۂ دینیات (سنّی) مولانا تقی امینی صاحب مرحوم کی صدارت میں ان کے شعبے کے ایک لیکچرر نے پڑھا تھا۔ غالباً مقالہ کا موضوع سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی اصلاحی تحریک تھا۔ جب مقالہ پر بحث اور تبصرہ ہوا تو اس میں میں نے بھی حصہ لیا۔ اگلے دن شام کے وقت مولانا پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی کے ساتھ غریب خانے پر تشریف لائے۔ بعد تعارف انھوں نے مجھے تحقیقات اسلامی کا تازہ شمارہ عنایت کیا اور

یہ بھی فرمائش کی کہ اس مجلّہ کے لیے میں بھی لکھوں۔ میں نے یہ کہتے ہوئے معذرت چاہی کہ اردو میں لکھنے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے اس سلسلے میں میری کوشش کام یاب نہیں ہوگی۔ لیکن مولانا نے اصرار کیا کہ جو کچھ آپ نے مقالہ کے بارے میں کہا تھا اسی کو تحریر کر دیجیے، وہی مقالہ ہو جائے گا۔ میں پہلی ہی ملاقات میں مولانا کے خلوص اور علم دوستی سے متاثر ہو چکا تھا، لہٰذا میں نے احتراماً وعدہ کرلیا۔ کئی دن سوچنے کے بعد طے کیا کہ میں اردو میں تاریخ نگاری کے آغاز پر لکھوں اور لٹریچر کا اسلامی تناظر میں تجزیہ پیش کروں۔ میرے مقالہ کو مولانا نے دو قسطوں میں چھاپا۔ اس کے بعد وہ مجلّہ کی کاپیاں بھیجتے رہے اور ملاقات کے ذریعے نیاز بھی حاصل ہوتا رہا۔

تحقیقات اسلامی ایک اعلیٰ معیاری تحقیقی مجلّہ ہے۔ اس کی قابل تعریف خصوصیت یہ ہے کہ مولانا نے اس کو مسلکی اختلافات اور تنازعات سے پاک رکھا ہے۔ اس میں مسلمانوں کے مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے والے اصحاب کے مقالات چھپتے رہتے ہیں، بشرطے کہ لکھنے والے کا مقصد بحث وتمحیص ہو، مناظرہ نہ ہو۔ مولانا کی دل چسپی اس امر میں رہتی ہے کہ اسلامی ثقافت کے درخشندہ پہلوؤں کو اجاگر کیا جائے۔ ان کی نظر میں مسلمانوں میں جو فکری جمود پایا جاتا ہے وہ مذہب اسلام کی بنا پر نہیں، بلکہ اس کا صحیح شعور اور علم نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔ درحقیقت اسلام کا نظام فکر تخلیقی ذہن پیدا کرتا ہے اور جب تک باب اجتہاد بند نہیں ہوا مسلمان ترقی کی راہ پر گام زن رہے۔ ہمیں خوشی ہے کہ تحقیقات اسلامی دین کا صحیح تصور پیش کرتا ہے۔ اور ہندوستان اور بیرونی ممالک میں مجلّہ کی مقبولیت روز افزوں ہے۔ میں اس موقع پر مولانا سید جلال الدین عمری اور ان کے رفقاء کار کو دل سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

پروفیسر خورشید احمد

چیرمین انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد و مدیر سہ ماہی ترجمان القرآن لاہور

یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ ''تحقیقاتِ اسلامی'' کی اشاعت کے پچیس سال

پورے ہونے پر آپ ایک خصوصی شمارہ شائع کر رہے ہیں۔ میں 'تحقیقاتِ اسلامی' کا مطالعہ شروع ہی سے کر رہا ہوں اور شاید چند ہی ایسے شمارے ہوں گے جو کہ میری نظر سے نہ گزرے ہوں۔ اس مجلّے نے علمی انداز میں اسلام کی دعوت اور دین کے موضوعات پر فکر کو جلا بخشنے والی قیمتی خدمات انجام دی ہیں۔

میرے محترم بھائی مولانا سید جلال الدین عمری علم واخلاق میں اسلاف کی مثال ہیں اطال اللہ عمرہ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو دل اور دماغ کی جن اعلیٰ صلاحیتوں سے نوازا ہے ان کے ذریعے انھوں نے اس کام کو جاری رکھا ہے جس کا آغاز بیسویں صدی میں مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ اور ان کے اولین رفقائے کار نے کیا تھا۔ مولانا سید جلال الدین عمری کی زیر سرپرستی 'تحقیقات اسلامی' کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ اس نے پرانے چراغ ہی روشن نہیں رکھے، بلکہ نئے چراغ بھی جلائے ہیں اور ان موضوعات پر دادِ تحقیق دی ہے جن پر تحریک کے السابقون الاولون نے کھل کر کلام نہیں کیا، یا صرف اجمالی اشارات تک محدود رہے تھے۔ 'تحقیقاتِ اسلامی' کے ذریعے چند بڑے نادر موضوعات پر بھی کام سامنے آیا ہے، جیسے اسلام اور خدمت خلق، اسلام اور غیر مسلموں کے تعلقات اور یہ اسی مجلّے اور اس کے مدیر کا منفرد کارنامہ ہے۔

میں آپ سب کو ان علمی خدمات پر، جو صرف علمی ہی نہیں بلکہ اسلام کے انقلابی پیغام کو دورِ حاضر کے مسائل اور ضرورتوں کی روشنی میں پیش کرنے کا ذریعہ ہیں، دل کی گہرائیوں سے ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہوں کہ یہ کام نہ صرف جاری رہے، بلکہ اس میں دن دگنی اور رات چوگنی ترقی واقع ہو۔

آئندہ کے بارے میں میرا خیال یہ ہے کہ تہذیبی تصادم سے جو مسائل پیدا ہو رہے ہیں وہ ملکی اور بین الاقوامی دونوں سطح پر بڑی اہمیت کے حامل ہیں، ان پر فکر و بحث، جستجو اور تحقیق اور اجتہادی بصیرت کے ساتھ کام کیا جائے۔ اُن معاشی، سماجی اور ثقافتی موضوعات پر بھی کام کی ضرورت ہے جن کا حق ابھی تک ادا نہیں ہوسکا۔ یہ سب اس جدوجہد کے لیے ضروری ہے جس کا ہدف یہ ہے کہ اسلام کی رہنمائی کی روشنی میں آج کی

انسانی دنیا کی تشکیلِ نو اور حق و انصاف کے غلبے کو ممکن بنایا جا سکے۔

بلاشبہ ہمارا کام جدوجہد کرنا ہے، لیکن جدوجہد ہی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ منزل اور اہداف اور سفرِ راہ کے تمام ضروری پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے۔ ایک اور بات جو اس موقع پر آپ سے عرض کرنے کی جسارت کر رہا ہوں وہ یہ ہے کہ تحقیقاتِ اسلامی میں جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلام کے احکام، انداز اور اصولوں کی روشنی میں زندگی کے سلگتے ہوئے مسائل کے بارے میں رہنمائی فراہم کی جائے اور دلیل کے ساتھ اس کی افادیت کو واضح کیا جائے وہیں ہمارے مضامین میں descriptions کے ساتھ ساتھ analysis اور پھر تقابل اور اس کے ساتھ آگے بڑھ کر اگر ہو سکے تو Emperical Evidence کی روشنی میں ہمارے اپنے خیالات، تصورات اور تجاویز کا احتساب، توثیق و تسوید سے بھی گریز نہ کیا جائے۔ جدید اسلامی تحقیق میں اس پہلو سے خاصی کمی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جس طرح 'تحقیقاتِ اسلامی' کے ذریعہ اس کے مضمون نگار حضرات گراں قدر خدمات انجام دے رہے ہیں انشاء اللہ اس کے نتیجہ کے طور پر اگلے مرحلے میں لکھنے والوں کی ایک نئی کھیپ بھی اس مجلّے کے ذریعے ہمارے فکری اور علمی محاذ پر رونما ہوتی رہے گی، تاکہ یہ سلسلہ جاری و ساری رہ سکے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ آپ سب سے اور ہم سے وہ کام لے جو دنیا میں انسانوں کے لیے بہتری کا اور آخرت میں ہمارے لیے نجات اور کامیابی کا ذریعہ ہو۔

(۲)

آپ آج کل جن موضوعات پر قلم اٹھا رہے ہیں در حقیقت وقت کی ایک اہم ضرورت کو پورا کر رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس ذخیرہ کو دیگر زبانوں خصوصاً انگریزی میں منتقل کرانے کے کام پر توجہ دی جائے، تاکہ اسلام اور مسلمانوں کے حوالے سے آج کے زمانے میں پھیلی اور پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کا ازالہ ہو سکے۔ 'غیر مسلموں سے تعلقات اور ان کے حقوق' کے ترجمہ کے بارے میں ہمارے یہاں پہلے بھی کچھ مشورہ ہوا تھا۔ آپ کے ہاں اس کے ترجمے کے سلسلے میں کوئی کام ہو رہا ہو تو براہ کرم مطلع فرما دیجیے۔

مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن الاعظمی

مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ و مدیر مجلہ البعث الاسلامی۔

یہ معلوم کرکے انتہائی مسرت اور سعادت کا احساس ہوا کہ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کا سہ ماہی ترجمان 'تحقیقاتِ اسلامی' سال رواں کے اختتام کے ساتھ اپنی عمر کے پچیس سال پورے کرلے گا، اور اس مناسبت سے آپ اس سال کے آخری شمارے کو خصوصی شمارے کی حیثیت سے شائع کریں گے اور اس میں ان شاء اللہ مجلہ تحقیقاتِ اسلامی کے مدیر محترم مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ کے قلم سے ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی کی پچیس سالہ خدمات کا تعارف پیش کیا جائے گا اور مجلہ کا پچیس سالہ موضوعاتی اشاریہ بھی قارئینِ کرام کی خدمت میں اہدا کیا جائے گا۔

مجلہ تحقیقاتِ اسلامی عام مجلات اور رسائل سے الگ ایک با مقصد اور ذمہ دارانہ تحریک اسلامی کے ترجمان کی حیثیت سے تقریباً پچیس سال سے مسلسل شائع ہورہا ہے، اور فکر اسلامی کی اشاعت اور دعوت اسلامی کی تشریح وتبلیغ اور عصری مسائل کی تحقیق وتوضیح اسلامی نقطۂ نظر سے پیش کرنے کی اہم ترین خدمت انجام دے رہا ہے۔ تحریکِ اسلامی کے ترجمان کی حیثیت سے اس نے اپنا ایک خاص مقام بنالیا ہے، اور نہ صرف عوام بلکہ امت کے خواص بھی اس کے موضوعات سے مستفید ہوتے ہیں۔

مجلہ تحقیقاتِ اسلامی جن مقاصد کے ماتحت جاری کیا گیا تھا الحمد للہ اس کا وہ پوری طرح پابند ہے اور دوسروں کے لیے مشعلِ راہ اور قابل تقلید ہے۔ ہم نے شروع سے اس رسالے کے اجراء کو فکرِ اسلامی کے میدان میں ایک اہم قدم تصور کیا تھا اور اس کے بہت سے مضامین کو عربی زبان کا جامہ پہنا کر اپنے عربی مجلہ ''البعث الاسلامی'' میں شائع کیا تھا، اور یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔

مقام مسرت ہے کہ مجلہ تحقیقاتِ اسلامی اپنے عظیم مقصد میں پوری طرح کامیاب ہے۔ اس نے اسلامی تعلیمات کو صحیح شکل اور بہترین علمی اسلوب میں پیش کرنے

کی ذمہ داری قبول کی ہے، تاکہ دورِ جدید میں اسلام کے بارے میں جو غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں ان کا علمی انداز میں ازالہ ہوسکے اور اسلام کو ایک زندہ اور انقلابی پیغام کی حیثیت سے دنیا میں پیش کیا جائے اور یہ باور کرایا جائے کہ عالم انسانیت کے تمام مسائل، خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے تعلق رکھتے ہوں، ان کا فطری حل اسلام اور صرف اسلام میں موجود ہے، اس کے علاوہ تمام کوششیں بے سود ہیں، بلکہ وہ انسانی زندگی کو پیچیدہ تر بنا کر ایک مایوسی کی فضا تیار کرنے کی ذمہ دار ہیں، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج انسانی زندگی کی کوئی قیمت باقی نہیں رہ گئی اور انسانیت کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کیا جارہا ہے، جیسا کہ آج دنیا کے مختلف خطوں میں مشاہدہ کیا جارہا ہے۔

میں دل کی گہرائیوں سے ہدیۂ تہنیت وتبریک پیش کررہا ہوں اور تمنا رکھتا ہوں کہ آپ حضرات کے ذریعہ اسلامی دعوت وفکر کی نشر واشاعت کا جو کام ہورہا ہے اس کا دائرہ اور زیادہ وسیع ہو اور اسلام کو زندگی اور کائنات کے تمام مسائل کے عملی حل کے طور پر پیش کرکے خیر امت کا فریضہ انجام دیا جائے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور تحقیقاتِ اسلامی کے مدیر اعلیٰ کو اپنی خاص توفیق سے سرفراز فرمائیں اور آپ حضرات کی خدمت کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع فرما کر امت ہندیہ پر احسان فرمائیں۔

مولانا ضیاء الدین اصلاحی

ناظم دار المصنفین و مدیر ماہ نامہ معارف اعظم گڑھ

مجلّہ تحقیقاتِ اسلامی نے اپنی عمر کے ۲۵ سال میں اسلام اور اس کے متعلقات پر نہایت عالمانہ اور محققانہ مضامین شائع کیے ہیں اور اس کی یہ بھی خصوصیت رہی ہے کہ اس نے اسلام اور اس سے متعلق چیزوں کو مثبت انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اپنے اوپر کوئی لیبل چسپاں نہیں کیا ہے۔ آپ کے مقالہ نگاروں میں بھی وہ اہل علم شامل رہے ہیں جو معروضی اور سائنٹفک انداز میں اسلامی اور علمی مسائل پر بحث وتبصرہ کے عادی ہیں اور جو باتیں لکھتے ہیں ان کو نقل وعقل سے ہم آہنگ کرکے لکھتے ہیں۔ خدا کرے آپ جو نمبر

نکال رہے ہیں وہ ہر طرح اپنے مقصد میں کامیاب اور باوقار ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی کوششوں کو بارآور کرے۔ آمین۔

پروفیسر عبدالرحیم قدوائی

شعبۂ انگریزی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

یہ امر بڑی ہی مسرت اور طمانینت کا باعث ہے کہ بحمد اللہ آپ کے موقر مجلّے 'تحقیقاتِ اسلامی' کی اشاعت کے ۲۵ سال مکمل ہو گئے۔ ربع صدی تک یہ مجلّہ پابندی اور اپنے اعلیٰ معیار اور امتیازات کے ساتھ شائع ہوتا رہا۔ اس کے لیے آپ لائقِ صد تبریک ہیں۔

اپنے آغاز ہی سے اس مجلّے نے اپنا مقام پیدا کیا اور اسے برقرار بھی رکھا، بلکہ اس کی آب و تاب میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اس میں ایک موقر علمی مجلّے کی خصوصیات بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ اسلام کے بنیادی مآخذ بالخصوص تفسیر، حدیث، سیرت اور دیگر اسلامی موضوعات پر طبع زاد، سنجیدہ اور بصیرت افروز مقالے، جن میں تحقیق وتنقید کا حق ادا کیا جاتا ہے، اس کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ خاص بات یہ کہ اس کے مقالات مسلکی عصبیت اور گروہی مناظرہ بازی سے پاک ہوتے ہیں۔ سطحیت، سنسنی خیزی، اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کی افسانہ طرازی اور اپنی کم زوریوں کے لیے اغیار کو موردِ الزام ٹھہرانا اور انھیں مطعون کرنا اس مجلّے کا کبھی وطیرہ نہ رہا۔ سیاست اور جذباتیت کی گرم بازاری میں راہِ اعتدال بلکہ صراطِ مستقیم پر قائم رہنا اس مجلّے کو دیگر رسائل پر نمایاں فوقیت عطا کرتا ہے۔ 'تحقیقاتِ اسلامی' کے اعلیٰ علمی معیار کا میں بذاتِ خود شاہد ہوں کہ انگلستان کی بعض جامعات میں اردو سے واقف اسلامیات کے طالب علم اس مجلّے کو بہ طور ماخذ استعمال کرتے ہیں۔

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی اور اس کے اربابِ حل وعقد اس قابلِ رشک کاوش کے لیے دلی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللھم زد فزد۔

ڈاکٹر عبدالعظیم اصلاحی

مرکز ابحاث الاقتصاد الاسلامی، جامعۃ الملک عبدالعزیز جدہ

ہماری اردو صحافت کی تاریخ ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ ایک شخص نے کوئی رسالہ جاری کیا جو اس کی زندگی میں آن بان سے چلتا رہا لیکن اس کے اس دنیا سے رخصت ہوتے ہی رسالہ بھی چل بسا۔ لیکن ایسی مثالیں کم ملیں گی کہ کسی نے کوئی رسالہ نکالا اور اس کے ساتھ ایک لائق وفائق ٹیم بھی تیار کی ہو جو بانی مبانی کے بعد اس کو جاری وساری رکھ سکے۔ اسی طرح ایسی مثالیں بھی کم یاب ہیں کہ رسالہ کا جو معیار آغاز میں رکھا وہ آخر تک برقرار رہا ہو۔ اس کی خاص وجہ یہ رہی ہے کہ ایک ہی شخصیت شروع سے آخر تک چھائی رہی اور جانشینوں کی تربیت پر کوئی توجہ نہیں دی۔ جہاں دو ایک جگہوں پر اس طرف توجہ ہوئی وہاں نتیجہ بھی بڑا اچھا رہا۔

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کا ترجمان مجلّہ 'تحقیقاتِ اسلامی' دوسری قسم میں آتا ہے۔ ربع صدی سے آب وتاب کے ساتھ اس کی اشاعت اور بحث وتحقیق کا اس جیسا معیار کم رسائل کو نصیب ہوا ہے۔ ادارہ نے نہ صرف اپنے اسکالرس کو تربیت دے کر اس معیار کو پہنچایا ہے، بلکہ تحقیقاتِ اسلامی کے قارئین اور مقالہ نگاروں میں بھی علمی وتحقیقی مواد کی تلاش وجستجو اور پیش کش کا ذوق ومزاج پروان چڑھایا ہے۔ یہ حلقہ ان شاء اللہ اس بات کی ضمانت ہوگا کہ رسالہ اپنے وجود اور معیار کو برقرار رکھ سکے۔

مجلہ تحقیقاتِ اسلامی کے ربع صدی مکمل کرنے کی تقریب پر اس بات کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ مجلّہ کے پیغام کو ہم بدلتے ہوئے حالات میں کس طرح اور بھی موثر اور عام کر سکتے ہیں۔ اس موقع پر میں ذمہ داران ادارہ و رسالہ کی توجہ انٹرنیٹ کے استعمال اور ادارہ کے ایک شبکۂ عنکبوتیۃ (WEB SITE) کی ضرورت کی طرف مبذول کرانا چاہوں گا۔ تحقیقاتِ اسلامی نے گذشتہ پچیس سالوں میں جو گوناگوں موضوعات پر گراں قدر تحریریں شائع کی ہیں وہ لائبریری کے اندر محفوظ/ دفن ہو کر نگاہوں سے اوجھل نہ ہو جائیں،

یا ان سے استفادہ انہی تک محدود نہ رہے جو براہ راست رسائی رکھتے ہیں، بلکہ ان کا فیض عام ہو اور وہ بحث وتمحیص کرنے والوں کی نگاہوں میں ہمیشہ رہیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ ادارۂ تحقیق وتصنیف کی ایک ویب سائٹ ہو جس پر ادارہ کے تعارف، خبروں، ضرورتوں اور سرگرمیوں کے علاوہ ادارہ کی مطبوعات کی فہرست اور خاص طور پر مجلہ کی تحقیقات بھی موجود ہوں۔ پورے پچیس سالوں کے مجلّہ کو انٹرنیٹ پر ڈال دینا کافی زحمت طلب اور گراں بار ہوگا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ صرف ان کی فہرست کو اس نوٹ کے ساتھ دے دیا جائے کہ خواہش مند حضرات اپنی پسند کے مقالہ کو ادارہ سے براہ راست طلب کر سکتے ہیں۔ ادارہ نے جو اس موقع پر اشاریہ تیار کیا ہے اس کا انٹرنیٹ پر آنا مفید رہے گا، تاکہ دنیا کے ہر کونے میں موجود اردو داں جان سکیں کہ اب تک تحقیقات اسلامی نے کن موضوعات پر کیا چیزیں شائع کی ہیں۔ آگے چل کر اس سائٹ پر تبصرے اور مذاکرے کا سلسلہ بھی شروع کیا جاسکتا ہے۔ امید ہے کہ اس سے مجلّہ تحقیقاتِ اسلامی کا حلقہ وسیع تر ہوگا اور وہ اپنے مشن کو اور اچھی طرح پورا کر سکے گا۔ وباللہ التوفیق۔

مولانا عمید الزماں قاسمی کیرانوی

کارگزار صدر تنظیم ابنائے قدیم دارالعلوم دیوبند، وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم مجلس مشاورت

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ کے ۲۵ سال پورے ہونے پر میں سب سے پہلے دل کی گہرائیوں سے مجلّہ تحقیقات اسلامی اس کے فاضل مدیر مشہور اہل قلم مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ اور معاون مدیر مولانا محمد رضی الاسلام ندوی اور دیگر ذمہ داران واصحاب کار کو اپنی نیک خواہشات پیش کرتا ہوں۔ موجودہ دور میں جب کہ سنجیدہ اور فکری موضوعات پر مطالعے کے رجحان میں نمایاں کمی آئی ہے، تفریحی اور پیشہ ورانہ کتاب خوانی کا رجحان بڑھتا جارہا ہے؛ کسی سنجیدہ دینی اصلاحی اردو مجلّے کا ربع صدی کی مدت پوری کرلینا بھی کچھ کم حیرت کی بات نہیں۔ یہ اپنے آپ میں ہی ایک بڑا کارنامہ لگتا ہے۔

رسالہ 'تحقیقات اسلامی' اسم بامسمّٰی ہے۔ صحافتی ضرورت کے لیے اخباری نوعیت کے بجائے اس کے مضامین تحقیقی اور تفصیلی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ موضوعات بھی ایسے ہوتے ہیں جن پر واقعی تحقیق و مطالعے کی ضرورت ہے۔ یہ اس رسالے کی انفرادیت نہ سہی، کہ دوسرے رسائل بھی۔ اگرچہ قلیل تعداد میں۔ اس زمرے میں آتے ہیں، تاہم ان قلیل تعداد کے رسائل میں بھی تحقیقات اسلامی کا نام فہرست کے شروع حصے میں ہی آئے گا۔ بہر حال یہ فضل خداوندی کے علاوہ ادارے کے ذمہ داران و منتسبین کی محنت و جاں کاہی اور لیاقت و قابلیت ہی نتیجہ اور ثمرہ ہے۔

اہم موضوعات پر علمی کتابوں کی اشاعت کے علاوہ اس کا ایک انتہائی اہم کام دینی مدارس و عصری جامعات کے فضلاء کو تصنیفی تربیت دینا ہے۔ یہ کام جس اہمیت کا حامل ہے، اس کی انجام دہی کے لیے ایسی ہی اہمیت کے حامل ادارے کی ضرورت تھی جس کی جگہ ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی نے لی ہے۔

اس بات کی ضرورت تو اگرچہ مدتوں بلکہ صدیوں سے محسوس کی جاتی رہی ہے، بالخصوص جب سے یورپ کو دنیا پر غلبہ اور اقوام عالم پر سیادت حاصل ہوئی ہے کہ اسلام کو ایک فطری مذہب اور مکمل و متوازن نظام حیات کے طور پر معروضی انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ آپ اپنی کسی شے (Product) کا دوسروں کو خریدار کس طرح بناتے ہیں، اس کا بہت کچھ انحصار پیش کش کے طریقے پر ہے۔ اسلامی مفکرین، دعاۃ اور اہل لسان و قلم کے لیے سب سے اہمیت کی حامل چیز معاصر ذہن و مزاج کے مطابق اسی اسلوب کی تلاش و دریافت ہے۔ تحقیقات اسلامی کے ایک قاری کی حیثیت سے میں سمجھتا ہوں کہ اس کا اسلوب اس منہج اور معیار سے قریب تر ہے۔ تاہم خوب سے خوب تر کی جستجو تو بہر حال رہنی ہی چاہیے۔

میں یہاں چند تجاویز پیش کرنا چاہوں گا۔

(۱) ادھر چند سالوں میں اسلام پر تنقید و اعتراض کی ایک وسیع لہر چل پڑی ہے۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر ایسے قضیے زبردستی ابھارے اور زندہ کئے جارہے ہیں جن میں کچھ

بھی نیاپن نہیں اور جن پر کافی کچھ لکھا جا چکا ہے۔ یورپ اور امریکہ خود ابنائے اسلام پر مشتمل ایسے مستغربین کی ٹیم تیار کرنے میں کامیاب ہوگیا ہے جو شب وروز اسلامی عقائد ونظریات کی گھات میں لگے ہیں۔ اس کا بہت کچھ اندازہ حالیہ برسوں میں مغربی پریس سے چھپ کر آنے والی کتابوں سے ہوتا ہے۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلام پر تازہ لکھی جانے والی ایسی تحریروں / کتابوں پر نظر رکھی جائے اور ان کا جائزہ لیا جائے۔ ہر شمارے میں کم از کم ایسی کسی ایک کتاب کو منتخب کیا جاسکتا ہے۔

(۲) اہم معاصر فکری موضوعات پر خصوصی شمارے نکالنے کی روایت پرانی ہے، لیکن اسے یہ رخ دیا جانا چاہیے کہ پہلے اس پر مختلف شماروں میں بحث ومباحثہ ہو، اہم علماء اور اہل قلم کو اس مباحثے میں شرکت کی دعوت دی جائے اور ان سے مضامین لکھوائے جائیں، پھر ان میں سے اہم تحریروں اور دیگر نئے پرانے مضامین کو شامل کرکے باضابطہ ایک عدد خاص یا کتاب کی شکل دے دی جائے۔

(۳) تحقیقات اسلامی میں اہم عربی مضامین کے ترجمے نظر آتے ہیں۔ عربی کے علاوہ دوسری زبانوں مثلاً انگریزی کی بھی اچھی تحریروں اور مقالات کے تراجم شائع ہونے چاہیں۔

(۴) ایک اہم کام یہ کیا جاسکتا ہے کہ ان ۲۵ سالوں کے درمیان چھپنے والے اہم اور مفید ترین علمی مقالات کا انتخاب ایک کتاب کی شکل میں شائع کردیا جائے۔ کیوں کہ بعض دفعہ بہت اہم چیزیں وقت گزرنے کے بعد مجلّات و رسائل میں مدفون ہوکر رہ جاتی ہیں۔

تقریباً ہر ادارے پر اس کے علمی پروگرام کے اعتبار سے قلت وسائل کی تلوار ہمیشہ لٹکتی رہتی ہے۔ (جس کا کچھ تجربہ خود راقم الحروف کو بھی ہے) ورنہ میرا اور دوسرے قارئین کا غالباً سب سے پہلا مشورہ یہ ہوتا کہ جتنی جلد ممکن ہو 'تحقیقات اسلامی' کو سہ ماہی سے ماہانہ کردیا جائے۔

بہر حال یہ چند باتیں تھیں جو تجاویز کی شکل میں نوک قلم پر آگئیں۔ ان پر غور

کیا جا سکتا ہے۔ اخیر میں ایک بار پھر میں مجلّہ تحقیقات اسلامی کے مدیران و ذمہ داران بالخصوص محترم مولانا سید جلال الدین عمری کو اس پر مسرت موقع پر ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور مجلّے کی مزید افادیت و مقبولیت کے لیے دعا گو ہوں۔

پروفیسر کبیر احمد جائسی

سابق ڈائرکٹر ادارۂ علوم اسلامیہ، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

اگر چہ میری حیثیت غبارِ کارواں سے زیادہ نہیں، مگر مجھ کو فخر ہے کہ ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی کا شریکِ سفر میں بھی ہوں۔ مجلّہ 'تحقیقاتِ اسلامی' میں میرا اولین مضمون ۱۹۸۴ء میں (قسط اول جولائی - قسط دوم اکتوبر) شایع ہوا تھا۔ اللہ کا کرم ہے کہ 'تحقیقاتِ اسلامی' سے میرا قلمی تعاون آج بھی برقرار ہے۔

جس وقت 'تحقیقاتِ اسلامی' کی اشاعت کا آغاز ہوا تھا اُس زمانے میں ہندوستان میں کئی اہم علمی اور مذہبی رسالے شایع ہو رہے تھے۔ روزِ اول سے مجلّہ 'تحقیقاتِ اسلامی' نے سب سے جدا اپنی راہ بنائی اور آہستہ خرامی کے ساتھ اپنی متعین کردہ منزل کی طرف بڑھنے لگا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی زمانے میں آب و تاب سے نکلنے والے کئی علمی رسالے اب بند ہو چکے ہیں اور جو زندہ ہیں وہ بھی یوں کہیے کہ سسک سسک کر جی رہے ہیں۔ ان نازک حالات میں ''تحقیقاتِ اسلامی'' ٹھوس علمی اور مذہبی مجلّہ ہونے کے باوجود اپنے روزِ آغاز ہی سے آب و تاب سے شایع ہو رہا ہے۔ اس نے اپنے معیارِ تحقیق کو برقرار رکھتے ہوئے اردو دنیا کو متعدد علمی قلم کار دیے ہیں۔ یہ وہ قلم کار ہیں جو مولانا سید جلال الدین عمری کی تشویق اور پذیرائی سے پہلے صرف انگریزی زبان میں اظہارِ خیال کیا کرتے تھے۔ مولانا نے اُن کو اردو زبان میں لکھنے کے لیے متوجہ کیا، اپنا پورا وقت صرف کر کے اُن کی تحریروں کے ''کھانچوں'' کو نکال کر دل آویز بنا دیا، اس طرح وہ اپنا کارواں بنانے میں کامیاب ہوئے، جس میں ہر عمر کے قلم کار سرگرم سفر ہیں۔

مولانا سید جلال الدین عمری نے مجلّہ ''تحقیقاتِ اسلامی'' کو صرف اِلٰہیات اور مذہبیات کا مجلّہ نہیں بنایا، بلکہ انھوں نے اسلامی نقطۂ نظر سے سائنسی اور سماجی علوم پر بھی مضامین

شائع کر کے اس کے دامن کو جو وسعت دی ہے وہ قابل تعریف بھی ہے اور قابل تقلید بھی۔

میں چوں کہ خود کاروانِ تحقیقاتِ اسلامی کے پیچھے پیچھے گامزن ہوں اِس لیے میرا اِس سے زیادہ کچھ کہنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

مولانا ڈاکٹر سید کلب صادق

نائب صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، وسکریٹری توحید المسلمین ٹرسٹ لکھنؤ

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی کوشش وکاوش قابلِ ستائش ہے۔ میں اس ادارہ کی خدمات کا قدرداں ہوں۔ ربِ کریم توفیقات میں اضافہ فرمائے۔

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ وناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

آپ کا خط ملا جس میں رسالہ 'تحقیقاتِ اسلامی' کے اپنی علمی افادیت کی ۲۵ سالہ مدت پوری کر لینے پر رسالہ کا ایک خصوصی نمبر نکالنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے اور اس میں میرے بھی تذکرہ وتبصرہ کو طلب کیا ہے۔

''ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی جو کہ اپنے مقصد کی ترجمانی اور نوخیز نسل کی علمی تربیت کے لیے یہ مؤقر علمی رسالہ نکالتا ہے، امت مسلمہ کی فکری غذا اور اسلامی فکر کی آبیاری کے ایک مفید مرکزِ عمل کے طور پر کام انجام دے رہا ہے، نیز وہ اپنے رسالہ کے ذریعہ اسلام کے فکری مقام کی وضاحت اور عصر حاضر کی ضرورت کے مطابق معاصر علمی سطح پر ترجمانی کا اچھا کام انجام دینے کی خصوصی کوشش کر رہا ہے، اور ادارہ کے دیگر شعبے بھی جہاں تک میرے علم میں ہے، مفید طریقۂ کار اختیار کرنے پر کاربند ہیں۔ مولانا سید جلال الدین عمری کی سرپرستی قیمتی سرپرستی ہے، امید ہے کہ ادارہ اور رسالہ کی ۲۵ رسالہ کارگذاری کے اظہار کے لیے اس کا خصوصی نمبر نکالنا ایک اچھا اقدام ثابت ہوگا، اس کے لیے میری نیک توقعات قبول کریں۔''

پروفیسر محمد سعود عالم قاسمی

صدر شعبۂ سنی دینیات، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

۱۹۸۱ء کی گلابی سردیوں میں ادارۂ تحقیق و تصنیفِ اسلامی علی گڑھ سے بحیثیت ریسرچ اسکالر میری وابستگی علمی و ایمانی حرارت کا سامان بن گئی تھی، پان والی کوٹھی کے عقبی حصہ میں تین کمرے، ایک برآمدہ اور ایک دالان پر مشتمل خستہ سی عمارت بصورت کہتر اور بقیمت بہتر کا مصداق تھی۔ میں اور میرے سینئر ساتھی ڈاکٹر حمید نسیم رفیع آبادی (پروفیسر شعبۂ اسلامیات، کشمیر یونیورسٹی) اور جناب اسرار احمد خان (پروفیسر انٹر نیشنل اسلامک یونیورسٹی، ملیشیا) دن میں مطالعہ کرتے، نوٹس لیتے اور شام کو اپنے مطالعات اور تجربات کا مذاکرہ کرتے۔ ادارہ میں آنے والے مجلّات و رسائل کے قابل ذکر مضامین پر تبادلۂ خیال کرتے اور اپنے علمی ذوق کی آبیاری کرتے۔ دار العلوم دیوبند کے زمانۂ قیام میں الجہاد فی الاسلام، پردہ، مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش، خطبات اور دوسرے تحریکی لٹریچر کا مطالعہ کیا تھا، مگر متفرق اور بے ترتیب۔ یہاں آ کر مرکزی مکتبۂ اسلامی دہلی اور ذیلی تحریکی اداروں کی شائع کردہ تحریکی کتب کا ترتیب سے مطالعہ کا موقع ملا، متعین نصاب کے تحت تفسیر ابن کثیر، صحیح بخاری، بلوغ المرام اور اس کی شرح اور مولانا فراہی کے اجزائے تفاسیر کا بھی بالاستیعاب مطالعہ کیا، اس سے فکر میں وسعت کے ساتھ علمی پختگی اور مشاہدہ میں باریکی آنے لگی۔ ان مطالعات کی بنیاد پر ہر ماہ چھوٹے چھوٹے مضامین لکھنے کی کوشش نے لذتِ اظہار اور سلیقۂ تحریر پیدا کرنا شروع کیا۔ خوش قسمتی یہ تھی کہ مربّی کی حیثیت سے سکریٹری ادارہ مولانا سید جلال الدین عمری میسر آئے تھے۔ وہ مضامین کو دیکھتے اور مفید مشورے دیتے۔ مولانا کی شخصیت علی گڑھ کے تحریکی حلقہ کے لیے روحانی پیشوا کی، عام مسلمانوں کے لیے متقی عالم کی اور ہم جیسے خوشہ چینوں کے لیے علمی و فکری مرشد کی تھی۔ میری نگاہوں میں آج ۲۵ رسال بعد بھی وہ مناظر تر و تازہ ہیں جب مولانا عمری اتوار کے دن قرآن کا درس دیتے اور مزمّل منزل کی مسجد میں کبھی کبھی جہری نمازوں کی امامت کرتے۔ ان کی

آنکھیں اشک بار اور آواز گلوگیر ہو جاتی، ''از دل خیزد بر دل ریزد'' کی کیفیت ہم لوگوں پر طاری ہونے لگتی۔ جو لوگ جماعت اسلامی سے اختلاف رکھتے وہ بھی مولانا کی شخصیت کا اثر محسوس کرتے، مولانا جب علی گڑھ سے نائب امیرِ جماعت بن کر دہلی چلے گئے، تب ایک بار میں ادارۂ تحقیق میں حاضر ہوا، دیوار و در وہی تھے مگر زبان حال سے کہہ رہے تھے:

نہیں وہ پھول تو سینہ کا داغ کیا ہوگا
میری بہار گئی تو چراغ کیا ہوگا

ادارہ کے علمی کام کے ساتھ مولانا عمری کی دل نواز شخصیت کے باعث مسلم یونیورسٹی کے اسکالرس اور پروفیسرس بکثرت ادارہ تشریف لاتے، علمی موضوعات پر تبادلۂ خیال ہوتا، مباحثہ و مذاکرہ ہوتا اور سنجیدہ علمی ماحول کی چاندنی پھیل جاتی، اب جب کبھی ادارہ میں جانا ہوتا ہے تو مولانا کی کمی شدت سے محسوس ہوتی ہے۔

۱۹۸۲ء سے ادارہ کا ترجمہ سہ ماہی مجلّہ تحقیقاتِ اسلامی نکلنا شروع ہوا۔ اس مجلّہ نے علم وتحقیق کی دنیا میں اپنا معیار اور ادارہ کے وابستگان کا وقار قائم کیا۔ تحقیقاتِ اسلامی کی اشاعت کا پہلا ہی سال تھا کہ مختصر سی علمی نشست میں پروفیسر سعید احمد اکبرآبادی (سابق ڈین فیکلٹی دینیات، اے ایم یو) پروفیسر محمد تقی امینی (سابق ناظم دینیات، اے ایم یو) پروفیسر نجم الحسن (سابق صدر شعبۂ بزنس ایڈمنسٹریشن، اے ایم یو) پروفیسر حکیم ظل الرحمان (سابق ڈین طبیہ کالج) پروفیسر اشتیاق احمد ظلی (صدر ادارۂ علوم القرآن، علی گڑھ) پروفیسر احمد سجاد (سابق ڈین ہومنیٹز رانچی یونیورسٹی) پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی (سابق صدر شعبۂ اسلامیات) پروفیسر اقتدار حسین صدیقی (سابق صدر شعبۂ تاریخ، اے ایم یو) وغیرہ شریک ہوئے تھے۔ ان حضرات نے اس علمی مجلّہ کی شروعات کو علمی دنیا کے لیے فال نیک قرار دیا تھا، اور سچ مچ اس مجلّہ نے علمی دنیا کے فکر وتحقیق کے ان گنت گوشوں کو منور کیا اور اصحاب علم وفکر کی کہکشاں اس سے جڑ گئی، مجلّہ نے بحث ونظر کے دروازے کھولے، علمی موضوعات پر جو گرد پڑی تھی اسے صاف کیا اور حریت علم وفکر کا پرچم بلند کیا۔ اس کے موضوعات اگرچہ اسلامی علوم اور دینی مباحث سے متعلق تھے، مگر اس نے ہم عصر مجلوں میں

سلامتیٔ فکر اور معیار و تحقیق کے لحاظ سے نمایاں برتری حاصل کر لی اور ہند و بیرونِ ہند میں اس کے مشتملات کی پذیرائی کی گئی اور اس کے مقالات کو نقل کیا گیا۔ اس مجلّہ کا اگرچہ ایک تحریکی پس منظر تھا، مگر اس نے اہل قلم کو اس کا پابند نہیں کیا، بلکہ انھیں فکر و خیال کے اظہار کی آزادی دی اور تنقیدی مقالات کو بھی خوش آمدید کہا۔ بہت سے مقالات پر علمی تنقیدیں بھی ہوئیں، مگر مجلّہ نے اپنا افق بلند اور کشادہ رکھا، اسی وجہ سے ایک وسیع علمی حلقہ کا تعاون اسے حاصل ہوا۔ اس مجلّہ نے نئے اہل قلم کا ذہن فکری و تحقیقی مقالات لکھنے اور سنجیدہ علمی مباحث کو موضوع سخن بنانے کی طرف موڑا۔ یہ بات باعث انبساط واطمینان ہے کہ مجلّہ نے پختہ قلم کاروں اور دانش وروں کے ساتھ تازہ دم نوجوان محققوں کی ایک ٹیم تیار کی۔ مجلّہ کی ایک خوبی یہ تھی کہ بہت سے وہ دانش ور جو یونیورسٹی میں اپنی تحقیقی کاوشیں انگریزی میں پیش کرتے رہنے کے باعث اردو سے بے تعلق سے ہو گئے تھے، مجلّہ تحقیقاتِ اسلامی نے ان کو پھر سے اردو دنیا سے وابستہ کر دیا، اور اس طرح اردو کے تحقیقی سرمایہ میں اضافہ کا سبب بنا۔ ادارہ سے وابستہ اصحاب مولانا سلطان احمد اصلاحی، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی اور مولانا محمد جرجیس کریمی وغیرہ نے بھی اپنی نگارشات سے مجلّہ کو مزین کیا، ان کی نگارشات نے دیگر علمی حلقوں کو بھی فیض یاب کیا، ان کا علمی اعتبار درحقیقت ادارۂ تحقیق کے لیے خراج تحسین ہے، اللہ کرے یہ ادارہ اور اس کا مجلّہ تحقیقاتِ اسلامی دنیا میں فکری قیادت کرتا رہے اور اس کا نظم و نسق بہتر سے بہتر ہوتا چلا جائے۔ ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد۔

پروفیسر محمد عبدالحق انصاری

امیر جماعت اسلامی ہند

ادارۂ تحقیق و تصنیف اسلامی علی گڑھ کے ترجمان مجلّہ 'تحقیقات اسلامی' نے اپنی زندگی کے پچیس سال پورے کر لیے ہیں۔ چوتھائی صدی کا یہ سفر جن صبر آزما حالات میں ادارہ نے طے کیا ہے، مختلف دشواریوں کے باوجود رسالہ کا علمی معیار جس طرح باقی رکھا ہے اور مضامین میں جس تنوع کا اہتمام کیا ہے وہ انتہائی قابل تعریف و ستائش ہے۔ تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، تاریخ اسلامی اور دیگر قدیم و جدید موضوعات پر جو تحریریں رسالے کے

صفحات کی زینت بنتی رہی ہیں، قدیم وجدید مولفین ومحققین کی زندگیوں اور کارناموں سے قارئین کو جو آگہی بہم پہنچائی جاتی رہی ہے اور روزمرہ کے مسائل میں جو فقہی رہنمائی دی جاتی رہی ہے، اس نے رسالے کو برصغیر ہند کے علمی رسالوں میں ایک ممتاز مقام عطا کیا ہے۔

مدیر مسئول مولانا جلال الدین عمری کو تحقیقاتِ اسلامی کے لیے ملک وملت کے ممتاز اہل قلم کا تعاون حاصل رہا ہے۔ خود ان کی بیش تر کتابیں بھی اوّلاً قسط وار رسالہ میں شائع ہوتی رہی ہیں۔ ادارے کے دوسرے رفقاء کے بیش تر مقالے اور کتابیں بھی رسالے کے ذریعہ قارئین تک پہنچ رہے ہیں

رب کریم ادارہ کی کاوشوں کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور اس کے لکھنے والوں کو قدیم کے ساتھ عصر حاضر کے مسائل اور امور پر بھی توجہ کی توفیق بخشے۔

مولانا محمد فاروق خاں

سابق صدر ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی، ومترجم ہندی قرآن مجید

یہ خبر نہایت مسرت افزا ہے کہ ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کے ترجمان 'تحقیقاتِ اسلامی' نے اپنی اشاعت کے ۲۵ سال پورے کرلیے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مدیر رسالہ مولانا سید جلال الدین عمری کی جاں فشانی اور خلوص ہے کہ اس مجلّہ کا اجرا جس اعلیٰ مقصد کے تحت ہوا تھا اس طویل عرصے میں کبھی اسے نظر انداز نہیں کیا گیا۔ ادارہ کے پیش نظر اسلامی موضوعات پر تحقیقی اور معیاری مقالات کی اشاعت رہی ہے جس سے مختلف امور میں امت کی رہنمائی ہوسکے۔ بحمد اللہ مجلّہ نے اپنے معیار کو قائم رکھنے کی کوشش کی اور ملک اور بیرون ملک کے اہل علم حضرات کی نگاہ میں وقعت حاصل کرنے میں اسے پوری کامیابی حاصل ہوئی۔

اس مجلّہ میں تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت، تاریخ، شخصیات، سیاست، معیشت اور دیگر اہم موضوعات پر مختلف اہلِ قلم اور محققین کے مقالات شائع ہوتے رہے ہیں۔ حرف آغاز کے عنوان کے تحت مدیر رسالہ کی جو کاوشیں شائع ہوئی ہیں ان کا تعلق زیادہ تر وقت کے اہم دینی یا ملّی مسائل سے رہا ہے۔ ان مسائل کے سلسلہ میں جو کچھ اظہار خیال کیا گیا ہے اس میں علمی اور تحقیقی شان کو ملحوظ رکھنے کی کوشش رہی ہے۔

ہماری دعا ہے کہ 'تحقیقاتِ اسلامی' اور ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی کی علمی خدمات کا سلسلہ قائم ودائم رہے، اس کی راہ کی مشکلات اور دشواریوں کو خدا رفع فرمائے اور اس کی دینی وعلمی خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدّیقی

مشہور ماہر اقتصادیات وشاہ فیصل ایوارڈ یافتہ

اردو میں تحقیقی مجلّات کا اجراء آسان کام نہیں۔ مالی طور پر انھیں لازماً خارجی سہارا درکار ہوتا ہے، ایسے رسالوں کا خود کفیل ہونا ممکن نہیں۔ دوسرا مرحلہ لکھنے والوں کا ہے۔ اکثر لکھنے والوں کی نظر اس پر رہتی ہے کہ پڑھنے والے کیا پسند کرتے ہیں، علم اور سچائی کی دریافت میں آگے بڑھنا مقصود ہو، یہ مفقود نہیں مگر کم یاب ضرور ہے۔ چند لکھنے والے مل گئے تو ایسے پڑھنے والوں کی تلاش بھی ایک مستقل جدّ وجہد کی طالب ہے جن سے کسی بازگشت feedback کی امید کی جائے۔ تحقیقی مجلّے یک طرفہ ابلاغ کے لئے نہیں ہوتے۔ انہیں قارئین اور اصحابِ قلم کے درمیان مکالمہ کا ذریعہ بنایا جانا چاہیے۔

ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی کے ترجمان سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی نے ان مراحل کو عبور کرتے ہوئے اپنی عمر کے پچیس سال پورے کر لئے۔ معروف مصنّف ومحقق، مولانا سیّد جلال الدین عمری کی زیر ادارت اور مولانا کے دہلی منتقل ہو جانے کے بعد ڈاکٹر محمّد رضی الاسلام ندوی کی معاونت کے ساتھ اس رسالے نے اب تک تقریباً ڈیڑھ سو مختلف اہل قلم کے پانچ سو مقالے (جن میں ۴۹ ترجمے بھی ہیں) شائع کئے ہیں۔ ہندوستان کے باہر بھی پانچ، چھ ممالک میں کچھ نسخے پہنچ جاتے ہیں۔ مقالات کے علاوہ نئی شائع شدہ کتابوں پر تبصرے بھی کئے جاتے ہیں اور متوسّلین کی دلچسپی کے لئے ایک کالم خبرنامہ کا بھی ہوتا ہے جس میں ادارہ کی دیگر سرگرمیوں کا ذکر آتا ہے۔ موضوعات کے اعتبار سے مقالات کا دائرہ خاصا وسیع رہا ہے۔ مقالہ نگاروں کی بڑی تعداد دینی درس گاہوں کے فارغین کی رہی ہے، لیکن جدید تعلیم یافتہ لوگوں نے بھی کافی تعداد میں حصّہ لیا۔ اور متعدّد مصنّفین ایسے بھی ہیں جنھیں قدیم وجدید دونوں طرح کے علوم میں دست رس حاصل ہے۔

ذاتی طور پر مجھے تحقیقات اسلامی سے استفادہ کا مسلسل موقع ملتا رہا ہے، اگر چہ اس پورے عرصہ میں ملک سے باہر مقیم رہا ہوں۔ گھر کی بات ہونے کی وجہ سے میری طبیعت مدح وستائش کی طرف نہیں مائل ہورہی ہے، بلکہ مجلّہ کی افادیت بڑھانے والی تجاویز ذہن میں آرہی ہیں۔ سماجی علوم، بالخصوص اقتصادیات کا طالب علم ہونے کی وجہ سے انگریزی میں شائع ہونے والے علمی مجلّات سے استفادہ کا اہتمام رہا ہے۔ ان سے مقارنہ کرنے پر پہلی بات تو یہ ہے کہ اس بات کا اہتمام کیا جانا چاہئے کہ قاری حضرات اپنی رائے ظاہر کریں۔ ظاہر ہے کہ تمام مقالہ نگار بھی اس میں شامل ہیں۔ اس سے کئی فائدے ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ لکھنے والے ذرا سنبھل کر لکھتے ہیں۔ دوسرے، ایسے لوگ بھی لکھتے ہیں جو دوسرے اہلِ علم کی آراء جان کران سے مستفید ہونا چاہتے ہیں۔ تیسرے عام قاری کوایک ہی موضوع پر متعدد آراء مل جاتی ہیں۔ سلسلۂ بحث جاری رہتا ہے اور کسی کو یہ مغالطہ نہیں ہوتا کہ اس کی بات اس موضوع پر حرفِ آخر ہے۔ تحقیقاتِ اسلامی میں گزشتہ ۲۵ برسوں میں ۲۴ر استدراکات بھی شائع ہوئے ہیں، جن سے مذکورہ بالا مقصد کسی حد تک پورا ہوتا ہے۔ مگر استدراکات کا فیض کچھ ہی مضامین تک محدود رہتا ہے۔ اردو زبان میں، بالخصوص اسلامیات کے دائرے میں ایک نئی روایت ڈالنے کے لئے کچھ اور کوشش ضروری ہے۔

تحقیقاتِ اسلامی کے مضامین میں کبھی کبھی ثانوی مراجع پر انحصار دیکھ کر اچھا نہیں لگتا۔ مدیر حضرات کو مقالہ نگاروں پر دباؤ ڈال کر صورت حال بہتر بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

آخری لیکن اہم ترین بات موضوعات بحث کے انتخاب میں ترجیحات اور بحث کے میدان کے تنوّع سے متعلّق ہے۔ روایتی دینی موضوعات کا غلبہ واضح ہے۔ بمشکل دس فی صد مقالے جدید مسائل اور جدید علوم سے متعلّق ہیں۔ متعدد علوم ایسے ہیں جن کی کوئی نمائندگی نہیں (مثلاً نفسیات، علومِ ادار یہ، Demography) اور مسائل جدیدہ کے کئی دائرے ایسے ہیں جن سے کسی نے تعرّض نہیں کیا۔ میرا خیال ہے کہ اس صورت حال کی اصلاح تبھی ممکن ہے جب ادارہ اپنی ترجیحات کا اعلان کرے اور ایسے اہلِ علم کی طرف رجوع کرتا رہے جو اس کی ترجیحات کے مطابق مقالے پیش کرسکیں۔

تحقیق کا منتہیٰ یہ نہیں کہ روایتی طور پر معروف مواقف کے حق میں دلائل کا انبار لگا دیا جائے، خواہ یہ دلائل نئے کیوں نہ ہوں۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ ماحول اور ہدایت الٰہی، جو قرآن وسنّت کی شکل میں موجود ہے، دونوں کے نئے فہم کی ضرورت پڑتی ہے۔ معاشرت ہو یا سیاست، معاشی معاملت ہو یا بین الاقوامی تعلّقات، سب میں نئے حقائق دریافت کرنے ہوتے ہیں، تب زندگی کی ایسی تنظیم نوعمل میں آسکتی ہے جو اسلامی بھی ہو اور ترقّی پذیر بھی۔ گزشتہ کچھ عرصہ میں حالات میں بعض جوہری تبدیلیاں نمودار ہوئی ہیں جن کا اسلامی تحقیقات میں کما حقّہٗ نوٹس نہیں لیا جاسکا ہے۔

مثلاً انسانی آبادیاں جو پہلے نسل و مذہب اور زبان کی بنیاد پر بنے مجموعوں میں الگ الگ جغرافیائی علاقوں میں بسی ہوئی تھیں، اب ایک دوسرے میں مدغم ہوتی جارہی ہیں۔ ہر سماج تکثیری سماج بنتا جارہا ہے۔ ذرائع نقل وحمل اور وسائلِ ابلاغ میں انقلابی ترقّی کے نتیجہ میں فاصلے کم ہوئے اور باہم ربط اور افہام وتفہیم آسان ہوا۔ علم بڑھا اور معلومات عام ہوئیں۔ اس کا فیض عورتوں کو بھی پہنچا۔ خاص طور پر مسلمان معاشروں میں عورت اب وہاں نہیں جہاں نصف صدی قبل تھی۔ شہری علاقوں میں تعلیم اور عورتوں کا گھر سے باہر ایسا کام کرنا جس سے آمدنی ہو، بڑھتا جارہا ہے۔ دیہی علاقوں میں ایسا ہونے میں وقت ضرور لگے گا، لیکن حالات کا رخ ظاہر ہے۔ تعلیم یافتہ دین دار عورتیں دعوتی اور علمی کاموں میں حصّہ لے رہی ہیں۔ مگر ہمارا دینی فکر بحیثیتِ مجموعی اب بھی 'عورت کا دائرۂ کار گھر کے اندر ہے' کے کلّیہ کا پابند ہے۔

اس تحریر کو میں اس دعا پر ختم کرتا ہوں کہ اللہ کرے ہم آنے والے زمانہ میں ان امور سے متعلق ریسرچ کا حق ادا کرسکیں۔

پروفیسر محمد یٰسین مظہر صدیقی ندوی

ڈائرکٹر شاہ ولی اللہ ریسرچ سیل، شعبۂ اسلامک اسٹڈیز، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی علی گڑھ سے خاکسار کا تعلق خاطر روزِ اول سے ہے۔ اسے پروان چڑھانے اور مضبوط بنانے میں ادارہ کے روحِ رواں مولانا سید جلال

الدین عمریؔ دامت برکاتہم کا اصل ہاتھ ہے۔ اس خاکسار کا تعلق بس عقیدت و محبت ہی کا ہے۔ مولانا موصوف اس زمانے میں انصرؔ کا لقب و تخلص استعمال فرماتے تھے اور ہم جیسے وابستگانِ دامن اس کو اسمِ گرامی کا جزو سمجھتے تھے۔[1] وہ نصرت و محبت اور بندہ پروری اور ذرہ نوازی کی کارفرمائی سے خوب واقف ہیں اور اس سے کام بھی خوب لیتے ہیں۔ سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی ان کی اس صفت کا مادی پیکر ہے۔ تحقیقاتِ اسلامی اور مولانا سید جلال الدین عمری مدظلہ العالی سرورق کے دو صفحاتِ زریں ہیں۔ اس سے خاکسار کی وابستگی روزِ اول سے ہے۔ اس کا تھوڑا سا ذکر شاید بے جا نہ ہوگا۔

تحقیقاتِ اسلامی کے اجراء سے قبل مولانا موصوف اپنے ایک صدیقِ محترم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے ساتھ غریب خانے پر تشریف لائے اور علمی و قلمی تعاون کا حکم دیا جس کی فوری تعمیل کرنی تھی۔ خاکسار کے پاس ایک نہایت تنقیدی مقالہ موجود تھا۔ اس میں مفکرِ اسلام، بانی جماعتِ اسلامی اور عہدِ جدید کے داعی کبیر مولانا مودودیؒ سے شدید علمی اختلاف کیا گیا تھا۔ ڈرتے ڈرتے وہ مقالہ پیش کیا، انداز بھی معذرت خواہانہ تھا۔ مگر مولانا عمری نے خوش دلی سے قبول فرمایا اور وعدہ کیا کہ مطالعہ کے بعد رائے سے نوازیں گے۔ ایک عرصۂ انتظار گذر گیا، نوازش نہ ہوئی۔ خیال گذرا کہ شاید مقالہ 'نذرِ دفترِ بے معنی' ہوگیا، مگر اچانک ایک دن مولانا موصوف پہلے شمارے کے ساتھ تشریف لائے اور اس میں مقالہ کی اولین قسط موجود تھی اور دوسری قسط کا وعدہ بھی کیا گیا تھا۔ قسطِ اول کے چھپتے ہی سخت ردِ عمل کا مظاہرہ ہوا اور شدید اصرار تھا کہ دوسری قسط چھاپی نہ جائے، لیکن اس کے باوجود مولانا نے دوسری قسط بھی چھاپی اور اپنا نام انصاف و علم، دیانت و امانت کے دفتر میں لکھوالیا۔ ہم خاکساروں نے عرض کیا کہ آپ نے لوح و قلم کی عزت رکھ لی اور پرورشِ خاکسارانِ علم کی ایک نئی طرح ڈالی ہے جو شبلی روایات کی عکاس ہے۔

صاحبِ دل اور صاحبِ طرز عالم و ادیب مولانا عبد الماجد دریابادیؒ نے مولانا

---

[1] اس عاجز کی والدہ مرحومہ نے، اللہ ان کی قبر پر تا قیامت رحمت کی بارش برساتا رہے اور جنت الفردوس میں جگہ دے، میرا نام سید انصر رکھا۔ خاندان کے ایک بزرگ عالم دین نے سید جلال الدین پسند فرمایا۔ میں نے مضمون نویسی اور تصنیف و تالیف کے لیے اسی کا انتخاب کیا ہے۔ اب اسی نام سے لوگ جاننے بھی لگے ہیں۔ قدیم دوست و احباب از راہِ محبت پہلے نام سے یاد فرماتے ہیں۔ بعض حضرات اسے تخلص سمجھ کر جلال الدین کے ساتھ اس کا اضافہ ضروری خیال کرتے ہیں۔ (جلال الدین)

شبلیؒ کو مصنف وادیب گر مدیر قرار دیا ہے۔ مولانا شبلیؒ کی مصنف و آدم گری تو صرف سنی اور پڑھی تھی، مولانا عمری کی ذرہ نوازی اور بندہ پروری آنکھوں سے دیکھ بھی لی ہے۔ مولانا نے اول شمارے سے خاکسار کے مقالات ومضامین بڑی آب وتاب اور بہت محبت وخلوص سے چھاپے اور شاید ہی کوئی جلد خاکسارانہ تحقیقات وبیانات سے خالی رہی ہو۔ اس پر ایک پھبتی بھی دونوں کو سننی پڑی کہ مدیر یا مقالہ نگار کچھ ''دیتے دلاتے ہیں''۔ خاکسار یہ عرض کرسکتا ہے کہ اس نے مدیرِ گرامی کو سخت آزمائشوں کے سوا اور کچھ نہ دیا۔ البتہ مدیرِ گرامی نے اس مقالہ نگار کو تحقیقاتِ اسلامی کی صحیح راہ پر لگادیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ مصنف و عالم نہ بن سکا، البتہ مقالات اور کتابوں کا ڈھیر لگانے میں کامیاب ضرور رہا۔ ان میں مدیرانِ گرامی کا خاص عطیہ واحسان ہے۔ مولانا جلال الدین عمری مدظلہ کے علاوہ مدیر برہان مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ، مدیرِ نقوش محمد طفیل مرحوم، مدیرِ معارف مولانا ضیاء الدین اصلاحی اور دوسرے نہ جانے کتنے بندہ پروری کر گئے اور کر رہے ہیں۔

مولانا اکبرآبادیؒ اکثر مولانا عمری کی ''ادارتی مساعی'' پر حیرت اور تعجب کا اظہار فرماتے تھے کہ سارے مقالات نہ صرف پڑھتے ہیں، بلکہ ان کی تصحیح بھی کرتے ہیں۔ وہ محمد طفیل مرحوم کی مانند ''فنا فی التحقیقات الاسلامی'' ہیں۔ مقالات ومضامین کی طلب میں گھر گھر کی خاک چھانتے ہیں اور بعض ایسے لوگوں کے گھروں پر بھی دستک دیتے ہیں جو ان کی فکر کے مخالف اور ہر طرح فروتر ہیں۔ ان کے ذاتی تعلقات، نجی ملاقات اور محبت بھرے تقاضوں نے نہ جانے کتنوں کو مقالہ نگار اور مضامین نویس بنادیا ہے۔ بہ حیثیت مدیر یہ مولانا عمری مدظلہ العالی ہی کی کاوش وکاہش ہے کہ تحقیقاتِ اسلامی اپنے انداز کا سب سے معیاری، علمی اور تحقیقی مجلّہ بن گیا ہے۔ اس کی تعریف وتحسین تو بڑے بڑے مدیرانِ گرامی اور علماء و محققین اسلامی نے کی ہے۔ اور جنھوں نے نہیں کی وہ بخل سے کام لیتے ہیں کہ زبان سے کلمۂ خیر بھی نہیں نکال سکتے، یا بغض وحسد کا شکار ہیں۔ اس سے آدمی کا اپنا ہی نقصان ہوتا ہے دوسروں کا کچھ نہیں بگڑتا۔

مدیر تحقیقاتِ اسلامی نے قرآن وحدیث، فقہ وکلام، تصوف وشریعت، سیرت و

تاریخ اور دوسرے متعدد موضوعات پر بڑے عظیم الشان مقالات ومضامین شائع کیے ہیں۔ نئی معلومات، تازہ تحقیقات اور دل نشیں تعبیرات سے علمی ذوق کی پرورش کی ہے۔ وہ کبھی کبھی کسی مقالے پر اپنا ادارتی نوٹ بھی لکھ دیتے ہیں، خاکسار کے مقالات پر سب سے ''تنقیدی پیش تبصرے'' لکھے ہیں۔ خود تو کم لیکن زیادہ تر دوسروں سے لکھوائے ہیں۔ مولانا مدظلہ اپنی فکر وفلسفہ کے خلاف مضامین تو شائع کر دیتے ہیں، لیکن ناقدوں کو زبردستی دعوتِ مبارزت بھی دے ڈالتے ہیں۔ نقد وتبصرہ والے، صاحبانِ علم بھلے ہوں بالعموم انصاف پسند نہیں ہوتے۔ مگر یہ کیا کم ہے کہ اس سے علم وتحقیق آگے بڑھتی ہے۔ تحقیقاتِ اسلامی کا یہ کمال کیا کم ہے کہ وہ مخالف نقطۂ نظر نہ صرف سن لیتا ہے، بلکہ چھاپ بھی دیتا ہے، بہت سوں میں یہ ظرف کہاں؟

پروفیسر مسعود الرحمٰن خان ندوی (بھوپال)

سابق صدر شعبۂ دراسات ایشائے غربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مؤقر سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ کی تحقیقی علمی دینی خدمات کے سنہرے پچیس برس (۱۹۸۲-۲۰۰۶ء) پلک جھپکتے بیت گئے اور اس وقت پتہ چلا جب معلوم ہوا کہ کارکنانِ ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی غالبًا اپنے محاسبہ کے لیے مضمون نگاروں اور قارئین کے تأثرات برائے اشاعت معلوم کرنے کے خواہش مند ہیں۔

میرے نزدیک سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ کے امتیازی اوصاف درج ذیل ہیں۔ ان کو باقی رکھنے کی امکانی کوشش کرنی چاہیے:

۱- سرِ ورق پر کسی قسم کے علمی، دینی، ادبی دعوے کے بغیر وہ اسلامی علوم وفنون کی معیاری تحقیقات کی اشاعت پابندی کے ساتھ خاموشی سے انجام دے رہا ہے۔

۲- ادارۂ تحقیق وتصنیفِ اسلامی علی گڑھ کی خوش قسمتی ہے کہ اس کے کارکنوں کی مخلصانہ ذاتی محنت اور تحقیقی تحریری کاوشوں کے علاوہ اس کو علی گڑھ جیسا محلِّ وقوع ملا۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا جوار سہ ماہی تحقیقاتِ اسلامی علی گڑھ کی لائف لائن کی زرخیزی اور دوام کے لیے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ علوم دینی واسلامی سے وابستہ یونیورسٹی کے متعدد شعبوں کی

خامیوں سے سب ہی واقف ہیں، لیکن اس کے باوجود ان شعبوں کے باعلم وعمل طلباء واساتذہ کا بابرکت وجود ہمیشہ رسالہ کو صحت مند غذا فراہم کرتا رہے گا، خاص کر اس صورت میں کہ ملک میں اس نوعیت کے خالص علمی رسائل کا وجود ناپید ہے۔ میں معارف کے ساتھ تحقیقاتِ اسلامی کو ثانی اثنین مانتا ہوں، وہ تو یہ کہیے کہ سنجیدہ علمی تحقیقات میں مشغول اہلِ علم کا وجود بھی نادر ہوتا جا رہا ہے، ورنہ ملک میں ان کی اردو زبان میں علمی تحقیقات کی اشاعت کا مسئلہ کھڑا ہو جاتا۔

۳- کارکنانِ ادارہ کی جماعتِ اسلامی ہند سے بامقصد وابستگی معروف اور خیر کا باعث ہے۔ تحقیقاتِ اسلامی پر اس کا اثر ہونا موجبِ حیرت نہیں، فطری ہے اور ہونا چاہیے، لیکن خوش آئند بات ہے کہ یہ وابستگی واثر اب تک ایسی چھاپ میں تبدیل نہیں ہوا کہ غیر جماعتی نقطۂ نظر یا آزاد تحقیقات (بشرطیکہ علمی تحقیقی معیار پر پوری اترتی ہوں) کی اشاعت میں رکاوٹ بنے۔ یہ صحت مند رجحان قائم رہنا چاہیے، مگر ایسا بھی نہیں کہ مسلّمہ دینی حقائق پر سوال کھڑے کیے جانے لگیں، جیسا کہ گذشتہ چند سال میں بعض معتبر رسائل کی ضرورت سے زیادہ لبرل پالیسی کے سلسلہ میں تجربہ ہو چکا ہے۔

۴- میرے نزدیک تحقیقاتِ اسلامی کی پچیس سالہ علمی خدمات کے جائزہ میں ایک مفید کام یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحبِ علم اسکالر اہم مقالات میں سے ''واقعی غیر مسبوق نئی تحقیقات کا خلاصہ'' تیار کرے جو ہم جیسے لوگوں کی یاددہانی کے کام آتا۔ یقین ہے کہ یہ کام کسی نے نہ کیا ہوگا۔

۵- علمی پرچوں کا سائز، سرورق، کاغذ، کتابت وطباعت، الغرض مکمل گیٹ اپ مقبول حد تک معیاری مگر سادہ ہمیشہ کے لیے طے ہو جاتا ہے، پھر وہی طویل مدت تک جاری رہتا ہے، تاکہ دور سے پہچانا جائے، گویا وہ اس کی شناخت بن جاتا ہے۔ بازاری پرچوں کی روز بروز چمک بھڑک کے ساتھ نئی نئی شکل وصورت عوامی توجہ حاصل کرنے کے لیے ہوتی ہے۔ سنجیدہ اہلِ علم کو اس سے غرض نہیں ہوتی۔ شکر ہے کہ تحقیقاتِ اسلامی کافی حد تک اس نہج پر قائم ہے۔ سادگی کے ساتھ پُرکاری مطلوب ہے اور بار بار چولے بدلنا ناپسندیدہ ہے۔

☆